رخسانہ نگار عدنان

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ نسیم بیگم مصلحتاً "بیٹا بہو سے لگاوٹ دکھاتی ہیں۔ دوسری طرف ذکیہ بیگم کا کہنا ہے۔ ان کی بیٹی بشریٰ کو سسرال میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پاجاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔

عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بشریٰ اپنی ماں سے یہ بات چھپانے کے لیے کہتی ہے مگر عدیل کو پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔

عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ، عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اکتیسویں قسط

"نہیں۔" اس نے قطعی لہجے میں کہا۔
اور پری کے لیے عدیل کا یہ لہجہ کسی شاک سے کم نہیں تھا۔
"پاپا... مگر کیوں؟" وہ بہت دیر بعد اپنی حیرت پر قابو پا کر بمشکل بول سکی تھی۔
"اور پاپا! مجھے وہاں صرف مثال آپی سے ملنے نہیں جانا۔ مجھے وردہ سے نوٹس بھی شیئر کرنے ہیں۔" وہ اب کے ذرا سنبھل کر لہجے میں ناگواری سی لیے ہوئے بولی تھی۔
"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" عدیل کے لہجے میں اب بھی لچک نہیں تھی۔
"کیا مطلب؟" وہ حیران سی ہوئی۔ "مجھے نوٹس چاہئیں اور..." وہ ذرا تیز لہجے میں احتجاجاً کہہ رہی تھی۔
"کہا ناں تم سے ہم وہاں نہیں جاؤ گی اکیلی تو بالکل بھی نہیں جاؤ گی۔ رہی بات نوٹس کی تو میں نے تمہارے لیے ٹیوٹر ارینج کیا ہے' وہ گھر پر آ کر تمہیں پڑھا دیا کریں گے۔ کل شام پانچ بجے سے سات بجے تک۔" عدیل گویا ان سب باتوں کے لیے پہلے سے تیار تھا اور سب کچھ پلان کر رکھا تھا۔
"ڈس گسٹنگ۔" وہ تنفر سے پھنکاری۔ "اب کیا میں بچوں کی طرح گھر پر ٹیوشن پڑھا کروں گی ٹیوٹر سے... نہیں بالکل نہیں۔" اس کی آنکھوں میں غصہ اور ناگواری تھی۔
"اگر تمہیں بچوں کی طرح اسٹڈیز میں کسی سے ہیلپ کی ضرورت پڑے گی تو اس کے لیے ٹیوٹر لگایا جائے گا اور اس میں تمہاری بہتری ہے بلکہ... سب کی۔" عدیل جاتے جاتے رک کر یاور کرانے والے انداز میں بولا تھا۔
لحہ بھر کو پری اور اندر آتی عفت بھی ٹھٹکی تھیں۔
"پاپا! میں نے آج تک اس طرح سے پڑھا ہے' جس طرح مجھے اچھا لگا' مجھے ٹیوٹر سے پڑھنے کی عادت نہیں ہمیں نہیں پڑھوں گی۔" وہ بھی دو ٹوک لہجے میں بولی تھی۔
"اوکے' تو پھر گھر میں خود ہی پڑھو گی' کسی دوست کی طرف کمبائنڈ اسٹڈیز کے لیے یا ایسے کسی بھی ڈھکوسلے کی اجازت میں نہیں دوں گا۔" عدیل نے بھی صاف لفظوں میں کہہ دیا۔
"پاپا!" پری تو ششدر رہ گئی۔
"وردہ میری دوست ہے اور مجھے اس سے ملنے سے کوئی نہیں روک سکتا' میں بھی آپ کو بتا رہی ہوں۔"
وہ بغاوت بھرے لہجے میں پیر پٹخ کر زور سے بولی۔
"تمہیں منع کیا ہے ناں میں نے کہ تم اب وہاں نہیں جاؤ گی' یوں منہ اٹھا کر۔ اس گھر سے ہمارا اب کچھ اور طرح کا رشتہ ہے۔ عفت! اس کو اپنی زبان میں سمجھا لو' تمہاری اولاد نے قسم کھائی ہے مجھے اذیت دینے کی۔" وہ عفت کو دیکھ کر غصے سے بولا۔
عفت کے دل میں بہت سخت بات آئی تھی' مگر وہ بے اختیار ہونٹ بھینچ گئی۔
عدیل کچھ ماہ پہلے جیسا عدیل نہیں تھا' جس کی جان صرف پری اور دانی میں تھی۔ ان دونوں کی حرکتوں نے اور کچھ عفت اور سب سے بڑھ کر اس مثال کی جادوگری سے 'فی الحال عدیل' بہت بدل رہا تھا۔
"تمہیں جب منع کر رہے ہیں تمہارے پاپا تو کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ پری... کیوں بحث کر رہی ہو؟" وہ پری کے پاس آ کر کچھ سخت لہجے میں بولی۔
"تو آپ بھی میری بات کو نہیں سمجھیں گی۔" پری کو ماں کی اس "تبدیلی" پر سخت رنج سا ہوا تھا۔
"سمجھ رہی ہوں تو کہہ رہی ہوں نا' تمہیں اگر اسٹڈیز میں پرابلم ہے تو گھر میں ٹیوشن لے لو جس کی تمہارے پاپا آفر کر رہے ہیں اگر ایسا نہیں چاہتیں تو خود سے پڑھ لو۔ جس چیز سے روک رہے ہیں اس سے رک جاؤ؟؟" عفت اب کے نرم لہجے میں پری کو آنکھوں میں کچھ اشارے کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"نہیں مجھے کچھ نہیں سیکھنا اور کچھ نہیں پڑھنا' بلکہ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے پاپا کو مجھ پر ٹرسٹ ہی نہیں رہا۔" اس کی آواز میں نمی گھل رہی تھی۔

عدیل کے قدم دروازے کے پاس رک گئے تھے۔

"تو پھر یوں کریں مجھے کالج بھی نہیں جانے دیں۔ گھر ہی میں بٹھالیں ' نہیں ایسا لگتا ہے کہ جیسے میں کچھ کر گزروں گی اگر گھر سے باہر نکلوں گی تو...." وہ زور سے آنکھیں رگڑ کر مڑ کر باپ کی پشت کو دیکھ کر بولی۔

"تم بات کو خواہ مخواہ بڑھا رہی ہو پری۔" عفت کچھ جھنجلا کر سختی سے بولی۔

"میں بڑھا رہی ہوں بات کو.... پاپا نے میری توہین کی ہے۔ میں نے وردہ سے پرامس کیا تھا کہ میں آج آؤں گی اس کی طرف اور.... اس کا فون آرہا ہے۔" ماں کے آگے فون کرتے ہوئے رندھی آواز میں بولتی گئی۔

"اس کی کال کا کیا جواب دوں میں کہ میرے پاپا کو مجھ پر بھروسا نہیں اور انہوں نے مجھے صاف تمہاری طرف آنے سے منع کر دیا ہے۔ ٹھیک ہے نہیں جاؤں گی میں' کہیں بھی' گھر سے ہی نہیں نکلوں گی۔" وہ روتے ہوئے بھاگ گئی۔

عفت اور عدیل گم صم سے کھڑے رہ گئے۔

☆ ☆ ☆

عاصمہ کے لیے وہ منظر ناقابل یقین تھا۔

وہ یک ٹک سامنے مشینوں میں جکڑے ایک لاش کی مانند بے حس و حرکت پڑے ہلکے پھلکے سانس لیتے نیم زندہ انسان کو دیکھتی جارہی تھی۔

اس کی نظروں کے سامنے اس رات کا کریہہ منظر پوری جزئیات کے ساتھ جیسے زندہ ہو کر رہ گیا تھا۔

اس کا پورا وجود جیسے کسی زلزلے کی زد میں آگیا تھا۔

وہ زبیر تھا۔

وہی زبیر جس نے اس کے شوہر اور سسر کی ناگہانی اموات کے بعد ایک بیوہ بے سہارا عورت کو مالی طور پر' جسمانی اور روحانی طور پر جتنا نقصان پہنچا سکتا تھا' پہنچایا تھا۔

اس کی آبرو' اس کی بیوگی کی تمام تر جمع پونجی' اس کی ہمت' حوصلہ' اعتبار' بھروسا سب کچھ لوٹ کر لے گیا تھا۔

اور اب وہ اسے زندگی کے کس موڑ پر ملا تھا اور کس حالت میں!

عاصمہ بالکل ساکت تھی۔

وہ بہت سالوں سے اس مکروہ صورت انسان نما جانور کو بھول چکی تھی۔ وہ اپنے ہی نقصانات پر کچھ ایسے فراموش حال سے گزری تھی کہ اس کے لیے بددعا کرنا بھی بھول گئی تھی۔

مگر "وہ" نہیں بھولتا "وہ" کچھ بھی فراموش نہیں کرتا' نہ کسی کی ذرہ بھر نیکی' نہ کسی کی برائی۔

اب عاصمہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ صرف اس شخص کی وجہ سے وہ حرام موت کے منہ میں جاتے جاتے بچی تھی۔ اگر وہ اس وقت نہ بچ پاتی تو آج اس کے چاروں بچوں کی کیا حالت ہوتی۔ وہ زندگی کی ٹھوکروں کی زد میں خزاں رسیدہ پتوں کی مانند خدا جانے کہاں بھٹک چکے ہوتے' وقت کے قدموں تلے آکر چرمرا چکے ہوتے۔

وہ بس روئے جارہی تھی۔

"شہزاد" پتھر جیسی بھاری بوجھل اٹکتی آواز اس زندہ لاش کے وجود سے آئی تھی۔

عاصمہ کے آنسو وہیں جم گئے۔
"مگر میں کیوں رو رہی ہوں۔" وہ خود سے پوچھ رہی تھی۔
اب اس کی آنکھوں میں بے تحاشا نفرت تھی۔ اس بستر مرگ پر پڑے، بہت گرے ہوئے شخص کے لیے!
وہ مڑنے لگی تھی۔
"پا... پانی۔" بھاری پتھری صدا نے پھر سے پکارا تھا۔
وہ رکنا نہیں چاہتی تھی، مگر رک گئی۔
مڑنا بھی نہیں چاہتی تھی، مگر نہ چاہتے ہوئے بھی مڑتے مڑتے ٹھٹک گئی تھی۔ اور اس کے بستر کے بالکل قریب جاکر کھڑی ہوگئی تھی۔
وہ اب آنکھیں کھولے پتھرائی نظروں سے بغیر پلکیں جھپکے اسے دیکھے جارہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں موت کی ویرانی تھی۔ وحشت تھی۔ بے بسی تھی اور خوف تھا۔ "چلے جانے کا" خوف... خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف!
"پہچانا مجھے... تم نے... میں کون ہوں؟" وہ نفرت بھری غراہٹ کے ساتھ ذرا سا جھکی، اس سے پوچھ رہی تھی۔
جس کی آنکھوں میں "خوف" کچھ اور بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ رحم مانگتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"پتا ہے میں نے تمہیں کبھی کوئی بددعا نہیں دی۔ جانتے ہو کیوں؟ میں چاہتی تھی کہ اپنے گناہوں کو اس طرح سے بھول جاؤ جیسے تم اپنی زندگی کے گزرے دنوں کو بھول جاتے ہو۔ اپنے مزوں میں، اپنی خوشیوں میں گم ہو جاؤ، مگن ہو جاؤ، بھول جاؤ سب کچھ... سب کچھ بھول جاؤ... اور پھر ایک دن ایسا آئے تمہیں سب کچھ یاد کرا دے، وہ یاد کروانے والا جس کے ہاتھ میں رسی کا وہ سرا ہے۔ جس سے تمہاری گردن بندھی ہے اور وہ لحہ بہ لحہ اس کھنچاؤ کو بڑھاتا چلا جائے... تم موت کی تمنا کرو اور موت تم سے دور بھاگے۔ میری دعا ہے تمہارے لیے، تم بہت سے سال اور جیو..." وہ اپنے وجود کی ساری نفرت لہجے میں سمو کر بولی۔
"تم اسی بے بسی، اسی تکلیف، اسی کرب کے ساتھ ایڑیاں رگڑو۔ موت مانگو اور تمہیں موت نہ آئے۔ یہی میری دعا ہے تمہارے لیے۔" کہہ کر وہ تیزی سے جھٹکے سے مڑ کر جانے لگی تو پیچھے کھڑے واثق کو دیکھ کر لحہ بھر کو ٹھٹکی۔ پھر اپنے چہرے کی تمام تر جذباتی کیفیت چھپاتی، تیزی سے باہر نکل گئی۔
واثق گم صم سا وہیں اپنے قدموں پر جما کھڑا رہ گیا۔
وہ ایڑیوں کے بل ذرا سا گھوما اور ماں کے بادامی رنگ کے دروازے کی اوٹ میں گم ہوتے آنچل کو تا دیر دیکھتا رہا۔
"امی یہ سب کچھ کیا کہہ رہی تھیں۔ یہ کیسی دعا تھی! کیا امی جانتی ہیں انکل کو..." وہ کمرے کے بیچوں بیچ کھڑا ایک نظر بستر پر لیٹے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی طرف دیکھتے زبیر کو دیکھنے لگا۔
"انکل اب کیسی طبیعت ہے آپ کی۔" وہ سنبھل کر اس کے پاس آکر بولا تھا۔ زبیر بس بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔
"آپ کو کچھ چاہیے۔" وہ جواب میں اسی بے چارگی سے بس دیکھتا رہ گیا۔
مگر واثق کچھ اور ہی سوچے جارہا تھا۔

✿ ✿ ✿

"وردہ! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" مشال حیرت زدہ نظروں سے سامنے کھڑی وردہ کو دیکھ رہی تھی، جس کے چہرے پر

واضح ناراضی تھی۔
"تو مجھے اور کیا کہنا چاہیے؟" وہ طنز سے الٹا پوچھ رہی تھی۔
"نہیں تم مجھ سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہی تھیں تو مجھے لگا شاید کہ مجھ سے ناراض ہو تو میں نے اس لیے پوچھ لیا۔" مشال کچھ شرمندہ سے لہجے میں بولی۔
"اور میں نے بھی آپ کو اس کا صاف اور سیدھا جواب تو دے دیا کہ میں آپ سے کیوں ناراض ہونے لگی جب میرا آپ سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ میں تو آپ کو ٹھیک طرح سے جانتی بھی نہیں اور آپ زبردستی ہمارے گھر میں میرے بھائی کی زندگی میں آکر گھس گئی ہیں جو مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگا' سو میں نے کہہ دیا۔" وہ واضح طور پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کندھے اچکا کر بے حد رکھائی سے بولتی چلی گئی۔
اس کی یہ واضح ناپسندیدگی مشال کے لیے بہت اچانک اور پریشان کن تھی۔
"میں پوچھ سکتی ہوں اس ناپسندیدگی کی وجہ؟" وہ کافی دیر بعد خود کو بولنے کے قابل کر سکی تھی۔
"بہت سی وجوہات ہیں۔" وہ کٹیلے لہجے میں بولی۔ "اور کوئی بھی وجہ نہیں ہے۔" وہ عجیب بے نیازی سے کندھے اچکا کر بولی۔
"اور معاف کیجئے گا آپ کو یہ برا نہیں لگا کہ میں آپ سے اچھی طرح سے بات نہیں کر رہی' بلکہ آپ کو یہ برا لگا کہ میں آپ سے اس چاپلوس انداز میں بات نہیں کر رہی جس کی آپ اس گھر میں آکر عادی ہو چکی ہیں' میرے سادہ سے بھائی اور میری بے غرض سی ماں کو تو آپ بے وقوف بنا سکتی ہیں' مگر مجھے نہیں۔" مشال سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وردہ کے دل میں اس کے لیے اتنی نفرت ہوگی۔ نفرت بھی ایسی' جس کا بظاہر کوئی جواز نہیں۔
"میں کیوں بے وقوف بناؤں گی کسی کو بھی وردہ۔" وہ پریشانی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
"کیا سادگی ہے اور کیا معصومیت' لیکن میں آپ کو بتا چکی ہوں آپ مجھے اس سادگی اور مصنوعی بھولپن سے ٹریپ نہیں کر سکتیں۔" وہ اسی سنگ دل اور کٹھور لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"وردہ!" مشال حقیقتاً پریشان ہو گئی تھی۔
"آپ کسی کو زبردستی خود کو پسند کرنے پر مجبور نہیں کر سکتیں۔ آپ مجھے اچھی نہیں لگتیں' سو نہیں لگتیں سمپل۔" وہ رکھائی سے کہہ کر اندر جانے لگی' اور باہر سے آتا واثق اور عاصمہ اس کی آخری بات سن کر بے اختیار ٹھٹک کر رک گئے۔ وہ دونوں کو نظر انداز کر کے کتاب اٹھائے اندر چلی گئی۔ مشال ساکت سے ان دونوں کی آمد سے بے خبر اپنی جگہ پر کھڑی رہ گئی تھی۔
واثق اور عاصمہ پریشان نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔

☼ ☼ ☼

"حسن یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ؟" بشریٰ کے چہرے پر شدید حیرت اور پریشانی تھی۔
"میں نے شاید جلد بازی کی حالانکہ میں نے زندگی... اسپیشلی بزنس کے معاملے میں ہمیشہ بہت محتاط رویہ اختیار کیا ہے لیکن اس بار میں اس کمپنی کے جھانسے میں آگیا۔ سب کچھ پاکستان سے سمیٹ کر یہاں آگیا۔ مگر یہاں کے حالات۔" وہ پریشانی سے بالوں میں انگلیاں پھنسا کر گم صم سا رہ گیا۔
"کیا زیادہ کرائسز میں ہے بزنس۔" بشریٰ نے کچھ محتاط لہجے میں پوچھا ورنہ معلوم نہیں' وہ کب کس بات پر بھڑک اٹھے۔
"کرائسز بہت چھوٹا لفظ ہے اس کے لیے۔" وہ اسی طرح مایوس لہجے میں بولا۔

''پھر اب کیا کریں گے۔'' کچھ دیر بعد بشریٰ پھر سے بولی۔
''پتا نہیں۔ ابھی تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔'' وہ بشریٰ کو کبھی بھی اتنا پریشان اور دل گرفتہ نہیں لگا تھا۔
''کیا ہم واپس نہیں جاسکتے۔ مطلب پاکستان۔'' وہ پھر سے کچھ ڈرے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔
احسن کا ردعمل بشریٰ کی توقع کے عین مطابق تھا۔ اس نے ناراض نظروں سے اسے دیکھا تھا۔
''تمہارے خیال میں یہ سب بہت آسان ہے۔ یوں بزنس' گھر' اکھاڑ کر ادھر آنا اور یہاں کام نہ بنے تو سب سمیٹ کر واپس چل پڑنا۔'' وہ طنز بھرے لہجے میں بولا تھا۔
بشریٰ خاموش سی رہ گئی۔
وہ اس سے کس انداز میں تسلی چاہ رہا تھا۔ بشریٰ سمجھنے سے قاصر تھی۔
''سیفی کو میں نے سمجھایا تھا یہاں رہ کے اپنی ایجوکیشن یہیں مکمل کرلے' میرے ساتھ بزنس دیکھ لے مگر اس نے بھی شاید مجھے تنگ کرنے کی ٹھان لی ہے' چلا گیا اور اب وہاں جاکر بھی کچھ نہیں کررہا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ میں کیا کروں۔''
سمجھ میں تو بشریٰ کے بھی نہیں آیا تھا کہ اس کی اس پریشانی کو کس طور حل کرے۔ سو خاموش بیٹھی رہی۔

☼ ☼ ☼

''عدیل! آخر اس میں کیا حرج ہے اگر دانی باہر جاکر پڑھنا چاہتا ہے۔'' عفت نے موقع دیکھ کر بات شروع کی۔
''اے لیول تو وہ جیسے تیسے کرہی لے گا۔ اس کے بعد بھی تو اسے یہی کچھ کرنا تھا۔ مطلب کہیں.... ابروڈ تو جانا ہی تھا۔'' وہ عدیل کو بچوں کی طرح سمجھاتے ہوئے بولی۔
''وہ ابھی میچور نہیں ہے عفت! تم کیوں نہیں سمجھتیں۔'' وہ زچ ہو کر بولا تھا۔
''اسے یہاں سے کہیں اور بھجوانے کی ضرورت ہے' آپ کو بھی یہ بات سمجھنی چاہیے۔ عدیل۔'' عفت ڈھکے چھپے انداز میں جیسے بہت کچھ کہہ گئی۔
عدیل نے چونک کر اسے دیکھا۔
اس کی بات میں کچھ تھا جو شاید عدیل کی نظروں سے چھپا تھا۔ ''اسکول کالج بدلنے سے فرق نہیں پڑے گا یہاں۔ میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کچھ ایسے دوست جنہیں وہ چاہتا ہے چھوڑنا اور اور جانا چاہتا ہے مگر.... وہ ہتھیلیاں ملتے ہوئے آگے کا مدعا جیسے حذف کرگئی۔ ''پھر فوزیہ ہے وہاں' وہ اسے بلواسکتی ہے پاس رکھ سکتی ہے' وہ اپنی اسٹڈیز بھی مکمل کرے گا اور ساتھ میں چھوٹی موٹی جاب بھی اسٹارٹ کردے گا۔ اس کے اپنے اوپر ذمہ داری پڑے گی تو یقیناً'' ٹھیک ہوجائے گا۔'' عدیل اسے بس بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔
عفت بہت کچھ دانی کے ساتھ پلان کرچکی تھی۔ عدیل کو صرف یہ ڈر تھا جو یہاں ماں باپ کے ساتھ رہ کر کچھ نہیں بن سکا۔ وہ کہیں اور جاکر کیا کرے گا۔
''آپ فوزیہ سے بات کریں یا پھر میں کروں۔ ویزہ وغیرہ سب ہم نے ہی کرنا ہے۔ وہ kinShip (خونی رشتہ) کی بنیاد پر اسے بلوا تو سکتی ہے۔'' عفت' عدیل کو خاموش دیکھ کر پھر سے ملتجی لہجے میں بولی۔
''تم کیا سمجھتی ہو۔ فوزیہ آسانی سے مان لے گی۔ یہ سب۔'' وہ بہت دیر بعد بولا تھا۔
''کیوں نہیں مانے گی۔ ہمارا دانی اس پر بوجھ تھوڑی بنے گا۔ اگر وہ وہاں رکھے گی تو ٹھیک ورنہ یہ جاکر کچھ ٹائم کے بعد اپنا جو بھی بندوبست ہوگا دیکھ لے گا۔ آپ بات تو کریں۔''
''یا میں کروں۔'' وہ عدیل کی خاموشی کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کرسکی اور فوراً'' سے بولی۔

"ٹھیک ہے۔ تم خود کرلو بات' وہ جو کہے گی پھر ہم دیکھ لیں گے' مجھے نہیں لگتا وہ اتنی آسانی سے مانے گی۔"
عفت اس کی اگلی بات سنے بغیر باہر جا چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں گھٹن سی ہو رہی تھی۔
اور وہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر کھڑکی نہیں کھول پا رہی تھی۔ بس پتھر کی طرح ایک ہی جگہ ساکت و جامد تھی۔
وردہ کا رویہ اسے بہت کچھ یاد دلا گیا تھا۔
فوزیہ پھپو کے بشریٰ کے ساتھ ہونے والے جھگڑے' جن کی وجہ سے آئے دن عدیل اور بشریٰ کے درمیان بڑھتی ہوئی رنجشیں اور دادی امی!
جس کا نتیجہ ہمیشہ کی جدائی نکلا تھا۔
اسے بیٹھے بیٹھے بہت کچھ دل دہلا دینے والا سوجھنے لگا تھا۔ وردہ کے لہجے کی نفرت' اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔
پھر واثق اور عاصمہ نے جس طرح اسے ہاتھ کا چھپھولا بنا رکھا تھا' وہ تو اسے چند ہی دنوں میں پتا چل گیا تھا۔ اگر کچھ ایسا ویسا ہوا تو واثق۔ وہ بھی تو ایک بھائی ہے' پاپا جیسا بھائی۔ فوزیہ پھپو کے لیے پاپا نے اپنی اتنی چاہنے والی بیوی کی پروا نہیں کی۔ میں تو پھر زبردستی اس گھر پر مسلط کی گئی ہوں۔
مجھے واثق سے بات کرنی چاہیے۔ وہ عجیب سی گھبراہٹ کا شکار ہو کر کھڑکی سے دور گئی تھی۔
"یوں اندھیرے میں اکیلی کیوں بیٹھی ہو۔" واثق اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔
مثال لمحہ بھر کو کچھ بول ہی نہیں سکی۔
"آپ کب آئے گھر۔ آنٹی بھی آگئی ہوں گی؟" مثال رخ پھیر کر یونہی صوفے پر پڑے کشنز ٹھیک کرتے ہوئے غیر متوازن لہجے میں پوچھنے لگی۔
"تمہیں کیا ہوا ہے مثال؟" وہ اسے کندھوں سے پکڑ کر گہرے لہجے میں بولا۔
وہ ساکت سی رہ گئی۔
واثق کو میرے دل کی حالت کا کیسے پتا چل جاتا ہے۔
"کچھ بھی نہیں ٹھیک ہوں میں۔ بس یونہی بیٹھی تھی' آپ کا انتظار کر رہی تھی۔" وہ نظریں چرائے' رک رک کر بولتی رہی۔
"ابھی تک تمہیں جھوٹ بولنا نہیں آیا اور یہ یاد رکھنا اگر تم نے جھوٹ بولنا سیکھ بھی لیا تو مجھ سے نہیں بول سکو گی۔" وہ اسے سختی سے کندھوں سے پکڑے کہہ رہا تھا۔
"وردہ کے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا ہے تمہارا۔" وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے بولا تو مثال کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ بے اختیار اس کے سینے پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔

☼ ☼ ☼

"کیا؟" اچھا کب؟" عدیل پہلے کچھ حیران ہو رہا تھا پھر ذرا جوش سے پوچھ رہا تھا۔ عفت ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے وہیں ٹھٹک کر رک گئی۔
"ہوں۔ ! چلو ٹھیک ہے جو بھی کنفرم ہو مجھے بتا دینا۔ مجھے انتظار رہے گا۔ خدا حافظ۔" کہہ کر فون بند کرتے ہوئے وہ جیسے کسی گہری سوچ میں تھا۔
"کس کا فون تھا؟" اس سے زیادہ عفت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"پری کہاں ہے۔" عدیل نے بالکل ہی الگ سی بات پوچھی تھی۔ عام حالات میں یوں پری کے بارے میں پوچھنا عفت کو اچھا لگتا تھا مگر اس وقت۔ وہ غصے کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔
"اپنے روم میں ہے!" وہ بے زاری سے بولی۔
"کالج گئی تھی یہ آج!" عدیل کو پھر کچھ خیال آیا۔ عفت نے نفی میں سرہلا دیا۔
"دودن سے نہیں جارہی کالج۔" وہ آہستگی سے چند لمحوں بعد بولی۔
"اور تم نے اسے کہا بھی نہیں، گھر بٹھالیا۔ اتنے مہنگے کالج میں ایڈمیشن کروایا اس کا 'یوں چھٹیاں کرنے کے لیے۔" عدیل کو غصہ آگیا۔
"وہ ناراض ہے آپ سے اس دن کی بات پر۔" عفت 'کچھ جتا کر بولی تھی۔ عدیل کوفت سے چائے پینے لگا۔
"آپ نے بتایا نہیں فون کس کا تھا؟" اسے پھر بے چینی نے گھیرا۔
"فوزیہ کا۔" عدیل کے جواب پر عفت کا دل جیسے حلق میں آگیا۔
"کیا کہہ رہی تھی وہ۔ میں نے جب فون کرکے کہا تھا تو بہت خوش ہوئی تھی۔ کچھ بتایا ویزے کے بارے میں، دانی کے۔" وہ جوش سے کہتی چلی گئی۔
"فوزیہ خود آرہی ہے پاکستان۔ کچھ دنوں میں۔" عدیل نے جیسے دھماکا کیا تھا عفت کے کانوں کے پاس۔
"فوزیہ کب۔ کیوں؟" وہ کچھ بوکھلا کر بولی۔ عدیل جواب میں کندھے اچکا کر رہ گیا۔
"کوئی وجہ تو بتائی ہوگی پاکستان آنے کی۔" وہ پھر بے قراری سے بولی۔
"کچھ خاص نہیں اور مجھے زیادہ پوچھنا اچھا بھی نہیں لگا ظاہر ہے وہ میری بہن ہے اور بہت سالوں سے یہاں آئی بھی نہیں، ہوسکتا ہے اب اس کا دل چاہ رہا ہو۔ ہم سب سے ملنے کے لیے۔" عدیل رک رک کر کچھ بے تاثر لہجے میں کہہ گیا۔
"اور جو مثال کی شادی میں آپ نے انوائیٹ کیا تھا اس وقت تو اس نے صاف منع کردیا تھا۔ اب چند ہی دنوں بعد دل اداس ہوگیا۔ اس کا۔ عجیب سی بات ہے۔" عفت آخر میں منہ میں بڑبڑائی تھی۔
"بھئی میں یہ بھی اسے نہیں جتا سکتا تھا اور آنے سے منع بھی نہیں کرسکتا تھا۔" عدیل نے جلدی سے چائے کا کپ خالی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔
"میں دیکھوں ذرا پری کا کیا مسئلہ ہے یوں کالج سے آف کرنے کا۔" کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔
"یہ فوزیہ کو ایکا ایکی یہاں آنے کی کیا سوجھی۔ اب کس مقصد کے لیے یہاں آنا چاہ رہی ہے۔ اگر دانی کو وہاں بلانے سے روکنے کے لیے تو وہ وہاں بیٹھے بھی منع کرسکتی تھی یوں۔ یہاں آکر وہ کیا خاص بات کرنا چاہتی ہے۔ حد ہے بھئی! یہاں کسی کو کچھ ذرا سا کام کہہ دو 'وہ سر پر ہی چڑھنے کے لیے آجاتا ہے۔" وہ ناگواری میں بڑبڑاتے ہوئے چائے کے خالی برتن اٹھاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

"تمہارا وہم ہے مثال! وردہ کیوں تمہیں ناپسند کرنے لگی۔ بہت اسٹریٹ فارورڈ ہے وردہ یونہی بول دیا ہوگا ورنہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ وردہ مجھ سے اٹیچڈ ہے اور وہ تم سے محبت بھی کرتی ہے۔"
مثال چہرہ جھکائے بے یقین سی خاموش بیٹھی رہی تھی۔ اس نے زیادہ بحث نہیں کی تھی' نہ واثق کے دعوے کی تردید کی تھی۔ اسے لگا تھا اگر وہ زیادہ وردہ کے رویے کی شکایت کرے گی تو شاید واثق کو لگے گا کہ وہ روایتی بھابھی بن کر نند کے خلاف زہر اگل رہی ہے۔

واثق نے اسے تو تسلی دے کر خاموش کروا دیا تھا مگر اس کے اپنے دل میں جیسے بے چینی سی آ گئی تھی۔ وردہ کا رویہ واثق سے ڈھکا چھپا نہیں تھا۔ مگر وہ اسے یوں ہی ذرا سی خفگی سمجھ کر نظر انداز کر رہا تھا جو آئس کریم یا کسی بھی عام سے گفٹ کے ذریعے وہ دور کیا جا سکتا ہے۔

اور وہ دور کرنا بھی چاہتا تھا لیکن آج کل اسے وقت نہیں مل پا رہا تھا۔ پہلے شہزادی کی وجہ سے اسے آفس میں ٹائم دینا پڑ رہا تھا۔ اب مثال کی کشش اسے آفس میں کام ختم کرتے ہی گھر بھاگنے پر مجبور کر دیتی۔ شاید وہ خود بھی وردہ کو کچھ نظر انداز کر رہا ہے اور اسی بات پر وہ دل میں ناراض سی تھی۔

مثال کو یہاں کوئی اجنبیت کوئی اکیلا پن محسوس نہیں ہونا چاہیے 'اس کے لیے عاصمہ اور وردہ سے اس کے اچھے تعلقات ضروری ہیں۔ اور مجھے اس کے لیے مثال کا ساتھ دینا ہو گا۔ لیکن عاصمہ کا اسپتال سے آنے کے بعد مبہم سا رویہ بھی اسے الجھا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اگلے روز عفت کچھ حیران کچھ خوش تھی۔

پری کالج کے لیے تیار ہو کر ناشتا کرنے آ چکی تھی۔ وانی بھی آج کل باقاعدگی سے کلاسز لے رہا تھا۔

"تو مثال کے منحوس سائے بالا خر اس گھر سے ٹلنے لگے۔" اس نے طمانیت بھرا گہرا سانس لیا۔

عدیل کا رویہ بھی اب اس کے ساتھ کافی بہتر ہوتا جا رہا تھا ________ شادی کے دوران جو بد مزگی ہوئی تھی اس کا تاثر زائل کرنے کے لیے' عدیل اس کے ساتھ بہت نرم محبت بھرا سلوک کر رہا تھا۔

"پاپا تیار نہیں ہوئے آفس کے لیے۔" پری بالکل نارمل انداز میں بات کر رہی تھی۔ عفت کو خوشی محسوس ہوئی۔

"ابھی کچھ دیر ہوئی اٹھے ہیں۔ کہہ رہے تھے آج کچھ لیٹ جانا ہے انہیں آفس۔" عفت نے پری کا پسندیدہ اورنج جوس اس کے آگے رکھا۔

"فوزیہ پھپو سے بات ہو گئی آپ کی مما؟" وانی اپنی ہی الجھن میں تھا زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکا۔

"ہاں ہو گئی ہے۔" عفت ٹالنے والے انداز میں بولی۔

"وہ کیا کہہ رہی تھیں' کب تک ویزے کا کریں گی۔" وہ بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔

"بیٹا جی یہ ٹیکنیکل باتیں ہیں۔ تمہاری پھپو نے تمہارے پاپا سے کی ہیں۔ مجھے ٹھیک سے پتا نہیں۔" عفت نے جیسے جان چھڑائی۔

"اور شاید فوزیہ خود بھی چکر لگائے یہاں کا۔" وہ آخر میں ذرا رک کر بولی۔

"وہ کیوں آ رہی ہیں؟ کیا کریں گی یہاں آ کر؟ میں جو جا رہا ہوں وہاں۔" وہ کوفت بھرے لہجے میں بولا۔

"ہاں جیسے وہ صرف تم سے تو ملنے کے لیے آ رہی ہیں' کیا خوش فہمی ہے بھئی۔" پری اسے چڑانے کو جوس کا خالی گلاس رکھتے ہوئے بولی۔

"میں تم سے بات نہیں کر رہا۔" وہ تنفر سے پری کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"میں کون سا تم سے بات کرنے کے لیے مری جا رہی ہوں۔ جلو مت۔" وہ جواباً ہنکارا بھرتی' بیگ کندھے پر ڈال کر جانے کے لیے تیار تھی۔

"مما! میں جا رہی ہوں کالج وین آنے والی ہے میری۔" وہ کسی خیال کے آنے پر یوں ہی ذرا سا مسکرا کر جھک کر ماں کا ماتھا چوم کر بولی۔ تو عفت کا دل جیسے نہال ہو گیا۔

بہت عرصے بعد وہ پہلے جیسی پری لگی تھی۔
"جیتی رہو ہمیشہ جوش رہو' خدا کامیابی دے بہت' جاؤ اللہ کی امان میں۔" عفت اسے دعائیں دینے لگی۔ وہ چلی گئی۔

✡ ✡ ✡

"امی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" واثق کے لیے یہ بات کسی شاک سے کم نہیں تھی' وہ بے یقینی سے ماں کو دیکھتا رہا۔
عاصمہ ان تین راتوں میں جیسے کسی قبر میں اتر گئی تھی۔
بیس سال پہلے کی وہ خوف ناک رات جیسے اس کے اندر سانس لینے لگی تھی' جی اٹھی تھی۔
وہ چاہنے کے باوجود اس سے پیچھا نہیں چھڑا پا رہی تھی۔ تین دن سے اس نے اکیڈمی سے بھی چھٹی لے رکھی تھی۔ گھر میں بھی وہ صرف اپنے کمرے میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔
واثق ان تین دنوں میں اس سے کئی طرح سے اس تبدیلی کی وجہ پوچھنے کی کوشش کر چکا تھا۔
مگر وہ ہر بار ایک یاس بھری گہری نظر ڈال کر بالکل خاموش ہو جاتی واثق نے اسے اپنی قسم دی تو اس نے اپنی آبرو کی بے داغ عمارت مسمار ہونے کے سوا سب کچھ بتا دیا۔
اور واثق کو بھی اپنی زندگی کے سب سے مشکل اذیت بھرے دن یاد آ گئے۔ کس طرح اس نے اپنے ہنستے بستے گھر کو ایک بار نہیں کئی بار بنیادوں سے ہلتے اور ان کے اوپر گرتے دیکھا تھا۔ اس کی ماں' اس کی بہنیں اور وہ خود کئی بار موت کی بانہوں میں جاتے جاتے بچے تھے۔ اور آخری دھچکا اس کے باپ کے اس نام نہاد فراڈیے دوست نے دیا تھا' جسے کل تک وہ اپنے دوست کا باپ جان کر دل و جان سے افسردہ تھا۔
واثق سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔
"کتنے سال ہو گئے ہیں ماما' یہ شخص اپنے اعمال کی دوزخ میں جل رہا ہے۔ یتیموں کا مال کھانے والے کا انجام نہ اس دنیا میں اچھا ہے نہ اس دنیا میں۔ پھر بھی لوگ سبق کیوں نہیں حاصل کرتے۔" وہ رنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔
اور عاصمہ کے تو جیسے لب ہی گنگ ہو گئے تھے۔
اس کے اندر سارے الفاظ مر گئے تھے۔ سارے جملے بے مطلب و بے معنی ہو گئے تھے۔
تین دن سے وہ درد کے ایسے گہرے دریا میں غوطہ زن تھی جس میں بمشکل وہ ہاتھ پاؤں مارتے خود کو بچانے کی سعی کر رہی تھی۔
"ڈاکٹرز جواب دے چکے ہیں۔ اور موت اسے ساتھ لے جانے کے لیے تیار نہیں۔ زمین کے اوپر' زمین کے نیچے وہ دونوں طرح سے ایک بوجھ بن کر رہ گیا جسے کوئی بھی اٹھانے کے لیے تیار نہیں۔" واثق کچھ دیر بعد پھر بوجھل لہجے میں بولا۔
"صرف یہی نہیں ماما! آپ کو معلوم ہے اسے قدرت کی طرف سے سزا تو بہت شروع میں ہی مل گئی تھی۔ یہ تو بس آخری ضرب ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بولا تو عاصمہ نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔
"شہزاد' زبیر انکل کا اپنا بیٹا نہیں ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بولا تو عاصمہ چونک کر رہ گئی۔
"بہت سال پہلے زبیر انکل کی بیوی اور دونوں بچے ایک کار حادثے میں جاں بحق ہو گئے تھے' یہ کچھ سال بہت اذیت اور تکلیف میں رہے پھر انہوں نے شہزاد کو جو ان کے دور کے رشتے دار کا لاوارث بچہ تھا' اسے ایڈاپٹ کیا اور اس کی اپنے بیٹے کی طرح پرورش کی مگر اپنے بچوں اور بیوی کی جدائی نے اس شخص کو ہمیشہ رنجیدہ رکھا۔

کسی کو دھوکا دینے والے' دکھ پہنچانے والے خود بھی کبھی خوشیاں نہیں پاتے مما! اور خدا بڑا حساب لینے والا ہے۔ اس کا بدلہ بڑا ہی دردناک ہوتا ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنے غضب سے محفوظ رکھے ہمیشہ یہ۔

اور مما! آپ بھی اس سب کو بھول جائیں اب۔ ہم سب سے سب کچھ چھیننے والے کے پاس وہ سب کچھ چند دن بھی نہیں رہا' بہت سال اس نے بھی مفلسی جھیلی پھر کہیں جاکر کچھ سیٹ ہوا ہے اب تو سب کچھ شہزاد کی محنت اور خلوص سے اور وہ اپنے ساتھ کی گئی نیکی کا بدلہ چکا رہا ہے۔"

"ہوں' ملی ہوں میں اس لڑکے سے۔ سعادت مند والدین کی اولاد ہے جو خدا نے اس پر کیے گئے احسان کو بھی اس دنیا میں چکانے کا انتظام فرمادیا۔" عاصمہ گہرا سانس لے کر بولی۔

"اچھا اب بھول جائیں اس سارے قصے کو۔ اتنے دنوں سے خود کو یوں بند کر رکھا ہے' پلیز آپ کی اس حالت کی وجہ سے گھر میں کتنی ڈسٹربنس ہے کچھ خیال ہے آپ کو۔" وہ کچھ جتانے والے انداز میں بولا۔

"کیا ہوا؟" عاصمہ کچھ فکرمندی سے بولی۔ واثق لمحہ بھر کر خاموش رہ گیا۔ کہ وردہ کی ساری بات عاصمہ کو بتائے یا نہیں۔ وہ فیصلہ نہیں کرپا رہا تھا سوچنے لگا۔

"واثق! کچھ ہوا ہے بیٹے۔" وہ نرمی سے پوچھنے لگی۔

"وردہ شاید مثال کو Accept (قبول) نہیں کرپارہی ہے شاید۔" وہ رک کر بات پوری نہ کرتے ہوئے بھی جیسے سب کچھ کہہ گیا۔

"مثال سے کچھ کہا اس نے۔" عاصمہ سوچ کر بولی۔

"آپ جانتی تو ہیں۔ وہ پہلے سے ہی کچھ ناخوش تھی۔ کچھ اور قسم کی توقعات تھیں اس کی پھر جس طرح اچانک یہ سب کچھ ہوا تو اسے ایک اجنبی لڑکی کو گھر میں بہت اہم جگہ پر دیکھنا کچھ اتنا پلیزنٹ نہیں لگ رہا۔" وہ رک کر حتی الامکان نرم الفاظ میں کہہ رہا تھا۔ مبادا عاصمہ کچھ اور مطلب لے لیں کہ وہ چند ہی دنوں میں بیوی کی ہمدردی میں بہن کی مخالفت پر اتر آیا ہے۔

"تم پریشان نہیں ہو۔ میں دیکھ لوں گی سب۔" عاصمہ اس کی توقع کے عین مطابق سمجھ داری کا اظہار کرتے ہوئے سرہلا کر بولی تو واثق کو گہرا اطمینان ہوا۔

"اچھی بات ہے۔ یہ گھر کے معاملات ہیں مما! اور میں چاہتا ہو جیسے پہلے گھر کے سارے معاملات آپ خود ہی بہت سمجھداری اور طریقے سے چلاتی رہی ہیں اسی طرح اب بھی چلائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے ان میں انوالو ہونا پڑے۔" اور ڈھکے چھپے لفظوں میں جیسے سب کچھ کہہ گیا تھا۔

"میرے بیٹے! تم کیوں فکرمند ہو رہے ہو۔ میں دیکھ لوں گی نا سب کچھ۔ اور وردہ بہت ناسمجھ اور بدزبان سی ہے۔ اسے کس طرح ہینڈل کرنا ہے۔ میں جانتی ہوں۔ تم آفس کے لیے لیٹ ہو رہے ہو ان ساری باتوں کو اپنے دماغ سے نکال کر اپنا دھیان صرف اپنے کام کی طرف لگاؤ۔" عاصمہ ہمیشہ کی طرح اس کا بوجھ ہلکا کرتے ہوئے شفقت سے بولی۔ تو واثق سرہلا کر رہ گیا۔ "اور واثق ایک بات اور بھی بیٹا۔" وہ جانے لگا تھا جب عاصمہ نے سنجیدگی سے اسے روکا۔

"کوشش کرو' چند ماہ تک جیسے بھی ہوسکے بزنس سے اپنے شیئرز الگ کرکے اپنے طور پر بزنس کرو تو تمہارے لیے یہ زیادہ ٹھیک رہے گا تم سمجھ رہے ہو ناں۔" وہ اثبات میں سرہلا کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

"ہاں تو وہ ہے ہی اسی فطرت کی مالک بتم دیکھنا وہ کیسے تمہیں اور تمہاری ماما کو گھر کے معاملات سے الگ کرکے

سب کچھ اپنی مٹھی میں کرتی ہے۔ اس کی ماں بھی تو اسی طرح کی تھی' میری دادو اور پھپھو اگر تم ان سے ملتیں تو تمہیں اس مثال آپی کی نیچر کا ٹھیک ٹھاک اندازہ ہو جاتا۔" پری مزے سے اپنا موبائل پر کوئی گیم کھیلتے ہوئے وردہ سے کہہ رہی تھی۔

وردہ کے چہرے پر کچھ اور بھی پریشانی جھلکنے لگی۔

"شکل سے تو اتنی معصوم لگتی ہے۔" وہ کچھ دیر بعد یاسیت سے بولی۔ "وہ ماں بیٹی شکل کی معصومیت کا تو فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ میرے پاپا کو دیکھا ہے نا' کیسے پہلے اس کی ماں کے پیچھے دیوانے ہو گئے۔ اتنے سال میری ماما بے چاری ساری زندگی ان کی بے دام کی لونڈی بنی رہیں' مگر پاپا نے کبھی آج تک ماما سے ٹھیک طرح سے بات نہیں کی۔ محبت کرنا' دل میں جگہ دینا تو بہت دور کی بات۔"

وہ کہتے کہتے بے اختیار آنکھوں میں نمی لے آئی۔

"اور یہ مثال آپی' تجھو ایک تو تا ہے جس میں میرے پاپا کی جان ہے۔ اس کے لیے تو وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ شادی والا واقعہ بہت پرانا تو نہیں' حالانکہ فہد بھائی ڈائیوورس دے رہے تھے پہلی بیوی کو تو' لیکن پاپا نے سالوں پرانا دوستی تعلق سب کو ٹھکرا دیا بیٹی کی خاطر۔ ایسا گہرا جادو ہوتا ہے ان ماں بیٹی کا کہ امی ساری زندگی پھڑ پھڑا نہیں سکیں۔"

بس یار تم اپنے بھائی کو خود کو اور اپنی ماما کو ان سے بچا سکتی ہو تو بچا لینا جو کہ ناممکن ہے۔"

"پلیز مجھے ڈراؤ تو نہیں۔" وردہ روہانسی ہو کر بولی۔

"لکھ کر رکھ لو میری بات۔ چند دنوں میں ہی تمہارے بھائی تمہاری ماما سے تمہاری شکایت کرتے نظر آئیں گے۔ اور اس کے بعد یہ سلسلہ رکنے والا نہیں' پھر انہیں تمہاری ماما سے بھی مسائل ہونے لگیں گے اور آخر میں اکٹھے رہنے سے۔"

پری' وردہ کی آنکھوں کے سامنے گویا تصویر کھینچتی جا رہی تھی۔ وردہ کے چہرے اور آنکھوں میں خوف سمانے لگا تھا۔

"مگر کیوں؟ ماما تو انہیں اتنی محبت دے رہی ہیں۔ ایسا اسپیشل پروٹوکول' پھر ماما سے انہیں کیا شکایت ہو سکتی ہے۔" وردہ الجھ کر بولی۔ وہ حقیقتاً" پریشان ہو گئی تھی۔

"ان ہی سے تو اسے مسئلہ ہو گا۔ وہ تمہارے بھائی کے گرد نہ تمہیں رہنے دیں گی نا تمہاری ماما کو۔ بس اب یہ کچھ ہی مہینوں کی بات ہے۔ پھر تمہیں یقین آئے گا' میں کتنا سچ بول رہی تھی اور کتنا جھوٹ۔" کہتے ہوئے یونہی وردہ کا سیل فون اٹھا کر چیک کرنے لگی۔ وردہ گم صم سی بیٹھی تھی۔

☼ ☼ ☼

عدیل کی راستے میں اچانک طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ مثال کو پتا چلا تو وہ فوراً" واثق کے ساتھ عیادت کے لیے آ گئی۔ آتے ہی اسے محسوس ہو گیا تھا کہ عفت کو اس کا یوں آنا اچھا نہیں لگا۔ مگر وہ اس کی سرد نگاہوں کی عادی تھی۔ سو نظرانداز کر گئی۔

"میں پاپا کے پاس رات رکوں گی۔ عفت ماما شادی کے بعد میں ان کے پاس نہیں آئی۔ میں واثق سے کہہ کر آئی ہوں رات رکنے کے لیے۔" کچن میں عفت کو ساتھ کام کرتے ہوئے اس نے اطلاعی انداز میں کہا تھا۔

"تم یہاں رک کر کیا کرو گی؟" عفت نے بے اختیار کہا تھا۔

مثال اس اچانک صاف جواب کے لیے تیار نہیں تھی' عفت کو دیکھتی چلی گئی۔

"پہلے ہی تمہاری وجہ سے ہمارے گھر میں اتنے مسائل رہے ہیں۔ اب جا کر کچھ معاملات سلجھنے لگے ہیں۔ تو پھر آسیب بن کر چمٹنے کے لیے آگئی ہو۔ اپنے باپ سے۔"

"عفت ماما" وہ ششدر سی بس یہی کہہ سکی۔

"بس شادی کردی ہم نے تمہاری۔ میرے گھر میں میری اور اولادیں بھی ہیں جنہیں تمہاری وجہ سے تمہارا باپ ہمیشہ اگنور کرتا رہا ہے تمہیں خود تو اس بات کا کبھی احساس تک نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔"

وہ تو جیسے اندر سے بھری پڑی تھی۔ پھٹ کر بولتی چلی گئی۔

"ہاں تم نے بھی سوچا ہوگا میرے بعد کہیں یہ عفت اور اس کے بچے عدیل پر قبضہ نہ جمالیں ہم جا کر ان کے سر پر سوار جاؤ لیکن اب میں تمہیں صاف بتا رہی ہوں کوئی لحاظ نہیں کروں گی۔

خیریت پوچھنے آئی ہو خیریت پوچھو اور چلتی بنو بہتر ہے جا کر اپنا گھر بناؤ۔ کہیں ماں کی طرح تم بھی۔ تین حرف ماتھے پر سجائے چلی آؤ۔" وہ آخری زہر میں بجھا تیر اس کے سینے میں اتار کر چائے کی ٹرے اٹھائے باہر نکل گئی۔

اور مثال کو لگا جیسے وہ کھڑے کھڑے ہی مر گئی ہو۔

ایسی ذلت اس نے کبھی نہیں سہی تھی یا سہی بھی تھی تو بھول گئی تھی۔ ان چند دنوں میں واثق کی محبت پا کر وہ پچھلی ساری اذیتیں، ساری ذلتیں جیسے بھول ہی چلی تھی۔ مگر آج عفت نے کیسے تاک تاک کر نشانے لگائے تھے کہ کچے زخموں کے ادھڑنے والی تکلیف نے اسے دوہرا کر دیا تھا۔

لمحہ بھر میں گھر کے در و دیوار سب کچھ اجنبی اور پرایا ہو گیا تھا۔

وہ تو سمجھی تھی شاید اس کے چلے جانے کے بعد کسی نہ کسی نے اس کی کمی کو محسوس کیا ہوگا اور کچھ نہیں تو دنیا داری نبھانے کو عفت ضرور اسے خود سے رات رکنے کو کہے گی کہ شادی کے بعد سے وہ یہاں آکر چند گھنٹے بھی نہیں رکی تھی۔

لیکن عفت نے تو سارا معاملہ ہی جیسے صاف کر دیا تھا اس کا اس گھر پر، عدیل پر کسی بھی چیز پر کوئی حق نہیں رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کیا بکواس کر رہی ہو یہ تم۔" واثق کو لگا جیسے کسی نے جلتا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔

پری کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے قریب تھی۔

"اگر آپ مثال آپی کو نہیں چھوڑیں گے خود سے تو میں اسے آپ کی اصل حقیقت بتا دوں گی۔ آپ کیا ہیں۔"

وہ کسی ماہر بلیک میلر کی طرح واثق کی آنکھوں میں دیکھ کر چیلنج کرنے والے انداز میں بولی تھی۔

"کیا۔ کیا ہے اصلیت میری اور کیا بتا دو گی مثال کو میں بھی تو سنوں ذرا میں کیا ہوں۔ کیا ہے میری حقیقت؟"

واثق شدید غصے میں بل کھا کر رہ گیا۔ یہ چھوٹی سی کمینی لڑکی مسلسل اس کے اعصاب کے لیے امتحان بنتی جا رہی تھی۔

"آپ سن نہیں سکیں گے۔ سن لیں گے تو آپ کے ہاتھ پاؤں پھول جائیں گے۔ لیکن ایک بات طے ہے اگر آپ نے مثال کو نہیں چھوڑا تو وہ آپ کو چھوڑ دے گی۔ آخر میں آپ کو شادی تو مجھ ہی سے کرنی پڑے گی۔ میری ہی طرف آنا ہوگا۔" وہ جس بازاری انداز میں اس سے یہ سب کہہ رہی تھی واثق کی برداشت ختم ہو گئی۔

اس نے بڑے زور کا تھپڑ پری کے منہ پر جڑا تھا۔

پری اس اچانک تھپڑ کے لیے قطعاً تیار نہیں تھی۔ گنگ سی گال پر ہاتھ رکھے کھڑی رہ گئی۔

اسی وقت مثال اندر آئی تھی اور واثق کی اس حرکت نے اسے بھی بھونچکا کر دیا تھا۔ وہ کچھ بول نہ سکی۔

☼ ☼ ☼

"کیا؟ آئینہ کی شادی۔ یہ کیا ہو گیا ہے احسن آپ کو۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" بشریٰ ششدر سی احسن کو دیکھتی چلی گئی۔

احسن کی دگرگوں ہوتی حالت اسے بہت کچھ تو بتا رہی تھی لیکن اس کے دماغ میں یہ نئی چیز چل رہی ہے اس کی اسے ایک فیصد بھی توقع نہیں تھی۔

"اس میں کچھ ہونے کی کیا بات ہے۔ ایک دو سالوں میں بھی تو اس کی شادی کرنا ہی ہے تو ابھی کیوں نہیں۔" وہ گہرے اطمینان سے اپنے آگے پڑی فائلوں کے ڈھیر میں گم مصروف لہجے میں بولا۔

"احسن! وہ ابھی چھوٹی ہے۔ بہت۔ شادی! نہیں پلیز۔ یہ ابھی نہیں۔" وہ حواس باختہ سی ہو گئی تھی۔

"کیا چاہتی ہو تم۔ میرے بعد اکیلی آئینہ کی ذمہ داری اٹھا پاؤ گی۔" وہ ایک دم سے سرد لہجے میں بولا تو بشریٰ کا دل جیسے رک سا گیا۔

"احسن!" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"جو ہو رہا ہے بشریٰ! اسے ہو جانے دو بہت اچھا رشتہ ہے میرے جاننے والے ہیں۔" وہ بولتے ہوئے رکا۔

"میرے دور کے رشتہ دار بھی ہیں اور سمجھو دوست بھی' ایک ہی بیٹا ہے' ایک بیٹی کی شادی کر چکے ہیں بہت سالوں سے یہاں سیٹل ہیں۔" وہ رک رک کر کہہ رہا تھا۔

"فار گاڈ سیک احسن' ابھی نہیں۔ وہ پڑھ رہی ہے۔" وہ بے اختیار کھڑی ہو گئی تھی۔

احسن اسے دیکھتا رہا۔

"کوئی مسئلہ ہے۔ مطلب کوئی ایسی بڑی بات احسن! جس نے آپ کو خوف زدہ کر دیا ہے۔ مطلب' آپ خود بھی جانتے ہیں ابھی آئینہ چھوٹی ہے۔ شادی جیسی بڑی ذمہ داری اٹھانے کے لائق نہیں ہے وہ۔"

"اور مجھے لگتا ہے بشریٰ میرے پاس وقت کم ہے۔" وہ بجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"احسن۔" بشریٰ کے پیروں کے نیچے سے زمین سرکی۔

اس نے آگے پڑی ایک فائل بشریٰ کے ہاتھ میں دی۔ "اس کو پڑھ لو اچھی طرح سے۔ اس میں میری تمام میڈیکل رپورٹس ہیں' میرے دل کے تینوں والوز... ڈاکٹرز کے خیال میں اگر میں بائے پاس نہیں کرواتا تو بھی بس چھ آٹھ ماہ سے زیادہ ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔ اب تم خود سوچ لو کیا کرنا ہے۔" بشریٰ شاکڈ سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"مثال!" واثق ششدر سا اسے دیکھے جا رہا تھا۔ جس کے چہرے پر عجیب سی سرد مہری تھی۔

"ہاں واثق! میں جاننا چاہتی ہوں۔ سب کچھ' جو آپ کے اور پری کے درمیان۔ پہلے سے تھا یا ابھی ڈیویلپ ہوا ہے۔"

وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مثال کبھی اس سے ایسی بات بھی پوچھ سکتی ہے۔

اس کے اندر جیسے بہت کچھ ٹوٹ سا گیا تھا۔

اپنی محبت کا غرور' ایک چاہت کا مان' اندھے بھروسے کا یقین' اعتماد۔ ان سب کی کرچیاں اس کی آنکھوں میں چبھنے لگی تھیں اور اس کے دل کو جیسے زخمی کر گئیں۔

"مثال! تم مجھے ایسا سمجھتی ہو۔ اس طرح کا مرد' ایسا مرد جو ایک ہی وقت میں دو لڑکیوں کے ساتھ۔ آخ تھو۔"

اس نے غصے سے رخ پھیر کر تھوک دیا۔
مثال لمحہ بھر کو گنگ رہ گئی۔
پری کی ذرا سی بات وہ سن چکی تھی' وہ کس طرح واثق کو بلیک میل کر رہی تھی کہ وہ مثال کو وہ سب کچھ بتا دے گی جو کبھی ان کے درمیان رہ چکا ہے۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔
"پتا نہیں مجھے' کیا ہے آپ کے اور پری کے بیچ میں۔" وہ وحشت زدہ سی اس کا کالر کھینچ رہی تھی۔
"تمہیں کیا لگتا ہے' کیا ہوگا ہم دونوں کے درمیان میں؟" وہ جیسے ایک اذیت کو سہتے ہوئے زخمی لہجے میں پوچھ رہا تھا۔
مثال کو اس کی بات سے اور بھی دھچکا لگا۔ وہ تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ واثق یہ سب باتیں' جو وہ یونہی شاید سوچ بیٹھی ہے۔ واثق اتنی جلدی سے مان بھی لے گا۔
اس کے اندر تڑخ سے کچھ ٹوٹا تھا۔
وہ وہیں کھڑے نڈھال سی بیٹھ گئی۔
پتھرائی ہوئی نظروں سے واثق کو دیکھتی جا رہی تھی۔ "کب سے ہے۔ آپ دونوں کے درمیان۔ اور مجھے۔ مجھے کیوں پتا نہیں چلا۔ اگر یہ سب ہی تھا۔ واثق تو پھر مجھے۔ مجھے کیوں اتنا بڑا دھوکا دیا آپ نے۔"
وہ ٹوٹ ٹوٹ کر لفظوں کو بمشکل جوڑتے ہوئے جملہ بول رہی تھی اور واثق کو تو خود لگ رہا تھا جیسے اس کے وجود کی پوری عمارت کسی ملبے کے نیچے دب گئی ہو اور اس سے سانس لینا بھی محال ہو رہا ہے۔
وہ وہیں اس کے قدموں کے قریب دو زانو بیٹھ گیا۔
"تمہیں یقین ہے۔ اس بات کا مثال کہ میں پری سے۔ تمہارے دل نے مان لی یہ بات۔ بتاؤ مجھے؟"
"ہاں مان لی میرے دل نے۔ اب سچ کیا ہے بتائیں مجھے۔ ورنہ میں پری سے معلوم کرلوں گی۔"
واثق ششدر سا دیکھتا گیا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)